شب قدر اور اعتکاف کے فضائل ومسائل

مولانا سعید احمدؒ

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی کامل برکتوں اور بھرپور سعادتوں کے ساتھ دنیائے اسلام میں سایہ فگن ہے، یہ مہینہ مسلمانوں کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔ اس مہینے میں ہزاروں، لاکھوں کیا کروڑوں، اربوں رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس مہینے میں بہت سے گناہ گاروں کو بخش دیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ خاص عبادات کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ جس کا ایک نفل فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرضوں کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے خصوصاً عشرہ اخیر میں، حدیث شریف میں آتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مہینہ اول عشرہ اس کا رحمت ہے، درمیان اس کا مغفرت اور آخری عشرہ آگ سے آزادی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لنگی خوب مضبوطی سے باندھ لیتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کے لئے جگاتے۔'' یعنی ازواج کے پاس جانے سے پرہیز فرماتے اور رات کو بھی متوجہ الی اللہ رہتے۔

نیز آخری عشرہ رمضان میں آپ اعتکاف فرماتے۔ اعتکاف کے معنی ہیں ''لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے بہ نیت اعتکاف مسجد کے کونے میں بیٹھ جانا''۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱)......واجب (۲)......سنت (۳)......نفل

واجب اعتکاف:......اپنے اوپر لازم کرلے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا فلاں کام کردیں تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یہ اعتکاف واجب اور لازم ہو گیا، اب جتنے دنوں کی اس نے منت مانی تھی، اتنے دنوں کا اعتکاف اس کے ذمہ پورا کرنا

ضروری ہے۔

دوسرا سنت اعتکاف:......رمضان کے آخری دس دن جو رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔

تیسرا نفل اعتکاف:......جس کے لئے نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی دن مقرر ہے، جتنے دن کا چاہے اور جتنی دیر کا چاہے اعتکاف کر سکتا ہے، یہ اعتکاف پانچ دس منٹ کا بھی ہو سکتا ہے، مثلاً: جب بھی مسجد میں آیا نیت کر لی کہ جب تک مسجد میں رہوں گا، اعتکاف سے رہوں گا۔ اس کا بھی بہت بڑا ثواب ہے، جتنا زمانہ نماز، ذکر، تلاوت میں مشغول رہے گا، اعتکاف کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔

اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں، اتنا ہی کیا کم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہیں ہوتی، ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس لئے جب کوئی شخص معتکف ہوتا ہے، یعنی اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازا جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟ بس پڑ رہنے کی بات ہے۔

ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

پڑیئے! پڑ مر رہئے ہر کے دوار — کبھی تو ہر پوچھے گا کون کھڑا دربار

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> "اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات سے وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلے میں اس کی پاک ذات سے لو لگا لے اور اس کے غیر سے منقطع ہو کر ہر قسم کے تفکرات و خیالات کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ہمیشہ اعتکاف کرنے کی رہی۔ جس سال وصال ہوا، اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ چونکہ اکثر عادت شریفہ آخر عشرہ رمضان کے اعتکاف کی تھی، اس لئے علماء نے آخر عشرہ کے اعتکاف کو سنت فرمایا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اعتکاف کی وجہ سے آدمی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں، جتنی کرنے والے کے لئے۔

اس حدیث میں اعتکاف کے دو فائدے ذکر فرمائے گئے، ایک تو یہ کہ معتکف ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے، ورنہ بسا اوقات لغزش ہو جاتی ہے اور آدمی گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایسے مبارک وقت گناہ میں ملوث ہونا کتنی بری چیز ہے، لیکن معتکف اس سے بچ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ، ایسے امور ہیں کہ معتکف ان کو نہیں کر سکتا، لیکن بغیر کیے ان کا اجر ملتا رہتا ہے۔ اللہ اکبر، اس کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے اور بخشنے کے کیا کیا بہانے ہیں؟ مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف سلام) میں اعتکاف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو غمزدہ اور پریشان دیکھتا ہوں؟ اس نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم! اس حق کے ادا کرنے میں قاصر ہوں (یعنی میں بہت مقروض ہوں، لوگ تنگ کرتے ہیں، آپ کی سفارش لینے کی غرض سے آیا ہوں) یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ جوتے پہن کر مسجد کے باہر تشریف لے آئے، اس شخص نے عرض کیا: شاید آپ بھول گئے آپ کا تو اعتکاف تھا؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ: بھولا نہیں! بلکہ اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا (یہ الفاظ کہتے ہی ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے) کہ حضورؐ نے فرمایا تھا: جو آدمی اپنے بھائی کے کام کے لئے چلے پھرے اور کوشش کرے، اس کی یہ خدمت دس برس کے اعتکاف سے زیادہ افضل ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے، اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین بڑی خندقیں کھود دیتے ہیں، جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے اور جب ایک دن کے اعتکاف کی اتنی فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا مقدار ہو گی؟

اس حدیث سے دو چیزیں کا پتہ چلتا ہے: اول یہ کہ ایک دن کا اعتکاف کرنے سے اتنا بڑا ثواب ملتا ہے، دوسری چیز مسلمانوں کی حاجت روائی کہ اسے دس برس کے اعتکاف سے بھی افضل ارشاد فرمایا۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ سفارشی بن کر تشریف لے گئے۔

علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص آخر عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے، اس کو دو حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد میں معتکف رہا، اس وقت اس نے سوائے ذکر، نماز، تلاوت قرآن پاک کے اور کوئی بات نہ کی، حق تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بناتے ہیں۔

مسائل اعتکاف:......اعتکاف کیلئے تین چیزیں شرط ہیں:

(۱)...... مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پانچ وقتی نماز ہوتی ہو یا نہ ہو۔

(۲)...... بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا، بلاقصد وارادہ ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں کہتے۔

(۳)...... جنابت سے پاک ہونا، نیز عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو کہ مسجد الحرام (کعبۃ اللہ شریف) میں کیا جائے۔ دوسرا درجہ مسجد نبوی کا ہے، اس کے بعد بیت المقدس کا، اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت پنجگانہ ہو، اس کے بعد محلّہ کی مسجد جس میں جماعت ہوتی ہو، عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں (یعنی جو جگہ نماز کے لئے گھر میں مخصوص ہو اس میں) اعتکاف کرنا چاہئے۔

معتکف کو سوائے عذر شرعی کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ قضاء حاجت کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، اگر بلاوجہ نکلے گا تو اعتکاف سنت اور اعتکاف واجب ٹوٹ جائے گا، نیز معتکف پر بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کی تفصیل علمائے کرام سے پوچھ لینی چاہئے۔

آخر عشرہ کی تخصیص اعتکاف میں شب قدر کی تلاش کی وجہ سے ہے کیونکہ لیلۃ القدر اکثر روایات کے بموجب آخر عشرہ میں ہے، اس کی نسبت قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، ہزار مہینہ کے اُسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں، وہ لوگ جو اس رات کو پائیں اور ساری رات عبادت میں گزار دیں۔ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے، گویا اس نے اسی برس اور چار ماہ سے زیادہ عبادت میں گزار دیئے اور اس زیادتی سے بھی نہ جانے کتنی زیادتی مراد ہے کہ ہزار مہینہ سے اور کتنی زیادتی ہو، قدر دانوں کے لئے حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمت ہے۔

درمنثور میں منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''شب قدر حق تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امتوں کو نہیں ملی''۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا؟ بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کی دیکھا کہ بہت لمبی ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسل کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے تھے۔ اس پر اللہ کے لاڈلے رسول کو رنج وغم ہوا، اس پر اللہ رب العزت نے یہ رات عنایت فرمادی کہ جو اسی ایک رات میں عبادت کرے گا، گویا اس نے ہزار ماہ سے زیادہ عبادت کی۔ اگر کوئی خوش نصیب دس راتیں پالے تو گویا اس نے آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا: حضرت

ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) کہ اسی اسی برس تک اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ سے روگردانی نہیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی کہ ہم پھر کب ان حضرات کی برابری کر سکتے ہیں؟ تو حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی۔ اس سلسلے میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

کس قدر قابل رشک ہیں وہ لوگ جن سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کے تعین میں علماء امت کے درمیان بہت کچھ اختلاف ہے، بس مختصر یہ کہ رمضان المبارک میں ہے اور بعض احادیث میں آخر عشرہ کی طاق راتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے، مثلاً: اکیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں، بہتر یہ ہے کہ اخیر عشرہ پورے کا پورا اس کی تلاش میں گزار دیا جائے۔ بعض روایات میں ستائیسویں کی طرف راجح اشارہ ہے۔ واللہ علم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ کھڑا رہا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں“۔ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے یا کسی اور عبادت میں مشغول رہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”تمہارے اوپر ایک ایسا مہینہ آیا ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا، وہ ساری خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہتا ہے جو کہ حقیقی محروم ہو“۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیلؑ ملائکہ کی جماعت کو لے کر زمین پر اترتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑا ہوا یا بیٹھا اللہ کا ذکر کر رہا ہے، عبادت میں مشغول ہے، دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت لیلۃ القدر میں دنیا کے آسمان پر تشریف فرما ہوتے ہیں، یعنی تجلی فرماتے ہیں اور ندا دی جاتی ہے کہ، ہے کوئی گناہ بخشوانے والا کہ ہم اس کے گناہ بخش دیں، ہے کوئی رزق چاہنے والا کہ اس کو رزق دے دیں، ہے کوئی اولاد کا طالب اس کی مراد پوری کر دیں..... غرض اسی طرح فجر تک ندائیں دی جاتی ہیں۔ خود قرآن پاک میں سورۂ قدر میں اس طرف اشارہ ہے، اس لئے اس رات کو غنیمت جاننا چاہئے، بلکہ اس عشرۂ مبارکہ میں باقی ایام سے زیادہ محنت کرنی چاہئے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کام کرنا یعنی اس کام کی نقل اتارنا بھی ہمارے لئے سرمایہ سعادت اور نجات کا باعث ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

''اگر تو ان میں سے نہیں تو ان کی شکل ہی نہ بنالے کیونکہ بزرگوں کی نقل بھی کامیابی ہے۔''

پس سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں، تو حضور کی مشاکلت اور مشابہت بھی اللہ کو محبوب ہوگی، دیکھیے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب ساحروں سے مقابلہ ہوا اور وہ ایمان لائے، فرعون ایمان نہ لایا تو سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ساحر تو دولت ایمان سے نوازے گئے اور فرعون محروم رہا، حالانکہ میں تو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا؟ جواب ارشاد ہوا کہ یہ ساحر آپ کے مقابلے میں آئے تھے تو آپ کی وضع بنا کر آئے تھے، جس طرح کا لباس آپ نے پہنا ہوا تھا، اسی لباس میں یہ لوگ آئے تھے، ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ جو شخص میرے محبوب کی شکل بن کر آئے، وہ محروم واپس جائے۔ اس لئے ان کو ہدایت ہوگئی، حدیث شریف میں ہے: ''جو کسی قوم کی شکل بنائے، وہ ان میں شمار ہوگا۔''

ایک دوسری حدیث میں اور بھی تصریح آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر رونا نہیں آتا تو رونے والی شکل ہی بنالے۔''

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کسی بہروپیہ کے دھوکے میں نہ آتے تھے، ایک دفعہ آپ نے ایک بہروپیہ سے کہا کہ اگر تم مجھ کو دھوکہ دے سکو تو اتنی اشرفیاں انعام میں دوں گا، بہروپیہ ایک پہاڑ پر جا کر بیٹھ گیا اور دو تین چیلے چھوڑ دیئے، جو کہ اس کی بزرگی کی شہرت کریں، ایک دو ماہ میں خوب مشہور ہوگیا۔ اسی زمانے میں عالمگیر کو ایک جنگ کی مہم پیش آئی۔ جس کا راستہ اسی پہاڑ کی طرف سے تھا۔ عالمگیر کا معمول تھا کہ سفر میں جس قدر اولیاء وصلحاء میسر ہوتے سب کی زیارت کرتا۔ چنانچہ جب عالمگیر اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو پہلے وزیر کو بھیجا کہ بزرگ کو اطلاع دو اور اجازت حاصل کرو۔ وزیر گیا تو بہروپیہ نے اس سے بہت حکمت وموعظت کی باتیں کیں، چنانچہ وزیر بڑا معتقد ہوا کہ حضور یہ سب سے افضل بزرگ ہیں، بہت حکیمانہ گفتگو فرماتے ہیں۔ اب تو عالمگیر کو اور بھی اشتیاق ہوا، گئے اور ملے اور بہروپیہ نے بادشاہ کو حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت کرنا شروع کر دیا۔ بادشاہ پر اس قدر اثر ہوا کہ زار وقطار رونے لگے۔ چلتے ہوئے بڑی مقدار کا نذرانہ پیش کیا، بہروپیہ نے اس پر لات ماردی اور کہا کہ اس کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ اس کو چھوڑ کر تو میں یہاں آیا ہوں، آپ پھر مجھے دنیا میں ڈالنا چاہتے ہیں، فقیر کو دنیا سے کیا واسطہ؟ عالمگیر لاجواب ہوئے اور اپنی اشرفیاں لے کر واپس ہوگئے، جب وزیر اور بادشاہ پہاڑ سے اترے تو بہروپیہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ یہ دونوں اس کی بہت تعریف کر رہے تھے کہ واقعی بڑے بزرگ ہیں، بزرگ ہو تو ایسا ہو! بڑے کامل ہیں، واصل ہیں، کیسی حکمت کی باتیں کیں، بہروپیہ پیچھے پیچھے سب سنتا جارہا تھا اور خاموش تھا، جب عالمگیر لشکر میں پہنچے تو بہروپیہ نے جھک کر سلام کیا، اب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ یہ بہروپیہ بزرگ بنا ہوا ہے، سخت حیران ہوئے کہ واقعی تم نے بہت بڑا دھوکہ دیا اور معمولی

انعام عطا فرمایا۔ اس نے پھر سلام کیا اور بہت دعائیں دیں، اس وقت عالمگیر نے پوچھا کہ جب میں تم کو بہت سی رقم نذرانہ میں پیش کر رہا تھا تو تم نے اس پر لات ماردی، اگر لے لیتے تو میں حقیقت معلوم ہو جانے پر بھی وہ تم سے واپس نہ لیتا، اس کی کیا وجہ ہے کہ تم اس وقت معمولی انعام پر بھی خوش ہو، بہروپیئے نے کہا: حضور! اگر میں اس وقت لے لیتا تو یقیناً آپ واپس نہ لیتے مگر نقل غلط ہو جاتی، اس کا مقتضا یہی تھا کہ دنیا پر لات ماردوں اور اب جو کچھ ملا ہے، یہ میرے فن کا صلہ ہے، میں اسی میں خوش ہوں۔

ذرا غور کیجئے! ہم اس بہروپیہ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ وہ تو مصنوعی نقل کی اس قدر رعایت کرتا ہے، ہمیں چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہر کام میں کی جائے۔

لیلۃ القدر کی بہت قدر کرنی چاہئے اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ سارے رمضان میں لیلۃ القدر تلاش کرو، ان ایام کو غنیمت جان کر ان میں اپنے گناہوں کی معافی چاہنا اور ان کی راتوں کو اللہ کے دربار میں کھڑے ہو کر گزار دینا چاہئے۔ گناہ گار اللہ کے دربار میں آ کر جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اس میں کیا کروں؟ فرمایا یہ دعا کرو:

"اللهم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی."

لیلۃ القدر کی بعض علامات ہیں، مثلاً: رقت کا آنا، دعاؤں میں دل لگنا، ذکر کو دل چاہنا وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک ہو سکے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بالخصوص بہت زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ نہ جانے پھر نصیب ہو یا نہ ہو، کتنے ایسے ہوں گے جنہوں نے گزشتہ رمضان کے روزے ہمارے ساتھ رکھے، ہمارے ساتھ تراویح پڑھیں، لیکن اس رمضان کے آنے سے قبل ہی وہ قبروں میں جا پہنچے۔ اب بھی بہت لوگ ایسے ہوں گے جو اگلے سال اس دنیا میں نہیں ہوں گے، اس لئے وقت کو غنیمت جان کر جتنی بھی اللہ سے معافی چاہی جائے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے جتنا رویا جائے، کم ہے، وہ تو دینے کو تیار بیٹھے ہیں، کوئی مانگنے بھی۔

"جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں"

☆......☆......☆